حقیقت و معرفت مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

A Analytical study of Truth and Spiritual Knowledge in the Light of Imam Rabbani's Writings

Usman Haider Saifi
M.Phil Scholar, Dept. of Islamic Studies, GC University, Faisalabad, Punjab, Pakistan:
usmanhaidersafi786@gmail.com

Prof. Dr. Humayun Abbas
Dean Islamic and Oriental Learning Islamic Studies, GC University, Faisalabad, Punjab, Pakistan:
drhumayunabbas@gcuf.edu.pk

Abstract

"In Sufism, the concepts of Truth (Haqiqat) and Spiritual Knowledge (Marifat) have been explained in various ways. However, Imam Rabbani (may Allah have mercy on him) has presented these two terms in a beautiful and comprehensive manner. Truth refers to the ultimate reality that transcends all limitations and considerations. Imam Rabbani has shed light on various aspects of Truth, including the Truth of Ahmadi, Muhammadi, Isa (Jesus), the Kaaba, prayer, Quran, and others. He has explained each of these in great detail, emphasizing that the Truth of Muhammad is superior to all others, as it is the ultimate Truth. Similarly, the Truth of prayer and the Quran is superior to other forms of worship. Imam Rabbani has also explained the concept of Spiritual Knowledge (Marifat), which is the recognition of one's own ignorance and the acquisition of knowledge that leads to the realization of the ultimate Truth. This knowledge is attained when the seeker reaches the stage of perfection, and their every action is in accordance with the divine will. However, this state of perfection is rare and requires immense spiritual struggle. When the seeker attains this state, their love for Allah becomes manifest, and they are able to recognize the beauty of Allah's attributes. Their actions, which may seem ordinary to others, become a means of attaining spiritual proximity to Allah. Even their mistakes and shortcomings are transformed into virtues, as they are committed in the pursuit of divine pleasure. Imam Rabbani's teachings on these matters are a treasure trove of spiritual wisdom, guiding seekers on the path to ultimate Truth and Spiritual Knowledge."

Keywords: *Ḥaqīqat, Maʿrifat, Riyākārī, Laṭīfah, Ṣifāt*

تعارف

صوفیائے کرام نے تصوف کے اندر مختلف مقامات کو بیان کیا ہے انہی مقامات میں سے ایک حقیقت و معرفت ہے اور اس کو ہر دور کے صوفیہ کرام نے مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے لیکن امام ربانی رحمتہ اللہ تعالی علیہ نے حقیقت و معرفت کو ایک حسین پیرائے کے اندر بیان فرمایا ہے

حق کے اصل معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں اور لفظ حق کئ طرح پر استعمال ہوتا ہے وہ ذات جو حکمت کے تقاضوں کے مطابق اشیاء کو ایجاد کرے اور اس آیت مبارکہ میں اسی معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔[1]

"ثم ردوا الی اللہ مولھم الحق"[2]

کسی چیز کی حقیقت وہ ہے جو شے کے تمام وجوہ و اعتبارات سے ماوراء ہو اور کسی شے کی ذات وہ ہے جو تمام وجوہ و اعتبارات شے سے الگ ہو کیونکہ جو کچھ بھی وجوہ و اعتبارات شے سے اعتبار کیا گا تو ذات شے ان سے بلند ہو گی[3]

حقیقت احمدی

حقیقت احمدی سے امام ربانی رحمتہ اللہ تعالی علیہ کی مراد یہ ہے کہ:

"جب حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج پا کر حقیقت کعبہ ربانی کے ساتھ ملحق و متحد ہو جائے تو اس مقام کو حقیقت احمدی کا نام دیا جاتا ہے اور یہ عروج تعین امکانی میں عروج شمارہ ہو گا تعین وجوبی میں عروج کا کوئی اعتبار نہیں"[4]

حقیقت محمدی سے مراد شان العلیم ہے حقیقت احمدی اس معنی کی طرف اشارہ ہے جو اس شان کا مبدا ہے اور وہ نبوت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے حاصل تھی جس کے بارے میں فرمایا کہ یہ بات باعتبار حقیقت احمدی کے تھی اور اس کا تعلق عالم امر سے ہے۔[5]

اور وہ نبوت جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حاصل تھی اور اس مرتبہ کی نسبت آپ نے خبر دی ہے کہ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین یہ قول حقیقت احمدی کے اعتبار سے ہے جس کا

---

[1] الراغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دارالمعرفہ: بیروت، ص125

[2] الانعام:62

[3] مکتوبات امام ربانی، جلد2 دفتر3، مکتوب79

[4] مکتوبات امام ربانی جلد اول، دفتر اول، مکتوب240

[5] ایضا، مکتوب209

تعلق عالم امر سے ہے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے سے جب ہزار سال گزرے جو بڑی لمبی مدت اور بڑا دراز زمانہ ہے توروحانیت کی طرف اس طرح غالب آئی کہ بشریت کی تمام جانب کو اپنے رنگ میں رنگ دیا حتی کہ عالم خلق نے عالم امر کا رنگ اختیار کیا پس حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عالم خلق سے جس چیز نے اپنی حقیقت کی طرف رجوع کیا یعنی حقیقت محمدی عروج کر کے حقیقت احمدیہ سے لاحق ہو گئی اور حقیقت محمدی حقیقت احمدی سے متحد ہو گئی اس جگہ حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی سے مراد حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خلق کو امر کا تعین امکانی ہے نہ کہ تعین وجوبی کہ تعین امکانی اس کا ظل ہے کیونکہ تعین وجوبی کے عروج کا کچھ معنی نہیں اور اس تعین کے ساتھ متحد ہونا معقول نہیں [6]

حقیقت جامعہ

حقیقت جامعہ اصل میں قلب حقیقی کو کہتے ہیں جو کہ عالم امر میں ہے جس کا تعلق قلب جسمانی سے ہے [7]

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

> "حقیقت جامعہ جس کا تعلق عالم امر سے ہے اس کو تصفیہ وتزکیہ کے بعد کامل طور پر قرار میسر آجاتا ہے اور یہ حق تعالیٰ کے ذکر کے اثر کو قبول کرتی ہے اور جب کمال ذکر میسر آجاتا ہے تو ذکر کے ساتھ متحد اور ہم جنس بن جاتی ہیں اس مقام کو صاحب عوارف المعارف نے روشن تر مقام قرار دیا ہے اور اس تجویر قلب کو ذکر ذات سے تعبیر کیا ہے۔اور جب یہ حقیقت جامعہ نہایت النہایت تک پہنچ جاتی ہے اور ولایت خاصہ سے کامل بہرور ہو جاتی ہے اگر وہ مطلوب کی آئینہ داری پیدا کر لے تو اس میں مطلوب کا ظل ظاہر ہو گا نہ کہ عین اور حقیقت جامعہ کو بہت وسعت نصیب ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اشیاء کی صورتوں کا ظہور ہوتا ہے"[8]

انسان جب تک پراگندہ تعلقات کی میل سے آلودہ رہتا ہے تو محبوبِ حقیقی سے محروم ہو جاتا ہے حقیقت جامع کے آینہ کو غیر اللہ کی محبت کے رنگ سے صاف کرنا ضروری ہے اور رنگ کو صاف کرنے کا بہترین مصقلہ سرکار دو عالم

---

[6] مکتوبات امام ربانی جلد اول، دفتر اول، مکتوب 209

[7] مکتوبات امام ربانی جلد 2، دفتر 2، مکتوب 22

[8] ایضا

صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و شریعت کی اتباع ہے [9]

انسان کا قلب بھی اسی جامعیت پر پیدا کیا گیا ہے کہ جو کچھ پورے انسان میں پایا جاتا ہے وہ اکیلے قلب میں موجود ہے اسی لیے اس کو حقیقت جامعہ کہتے ہیں اس کی جامعیت کے بعد مشائخ نے یوں خبر دی ہے کہ اگر عرش اور جو کچھ اس میں ہے ان سب کو عارف کے قلب کے ایک کونے میں ڈال دیں تو کچھ محسوس نہ ہو کیوں کہ قلب عناصر اربعہ افلاک و عرش و کرسی و عقل و نفس کا جامع ہے اور مکانی اور لا مکانی کو شامل ہے [10]

قلب تمام مخلوقات میں افضل و اشرف ہیں جس طرح انسان اپنے اجمال اور جمعیت کی وجہ سے عالم کبیر کی تمام اشیاء سے افضل ہے اسی طرح قلب بھی اپنے کمال بساطت اور اجمال و شمولیت کی بدولت پر اس چیز سے افضل ہے جو انسان میں ہے [11] لطیفہ قلب جو کہ ایک حقیقت جامعہ ہیں کل کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے تو وہ تعلق جو اس کو قلب کے گوشت کے ٹکڑے کے ساتھ تھا زائل ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ گوشت کا ٹکڑا خالی رہ جاتا ہے اور بدن بے روح کی طرح نظر آتا ہے تو ایسا خیال کرتا ہے کہ اس آمدورفت میں اس کو اس راہ کی گرد تک نہیں پہنچی اور وہ اپنی صرافت پر ہے [12]

انسان ایک نسخہ جامع ہے جو کچھ ساری موجودات میں ہے وہ سب کا سب تنہا انسان میں ہے لیکن امکان کی اشیاء اس میں بطور حقیقت موجود ہیں اور مرتبہ وجوب بطور صورت اس میں موجود ہے اسی جامعیت پر انسان کے دل کو پیدا کیا گیا ہے کہ جو کچھ پورے انسان میں ہے وہ تنہا دل میں موجود ہے لہذا قلب انسانی کو حقیقت جامعہ کہتے ہیں لہذا قلب انسانی کی اس وسعت و کشادگی کے متعلق بعض مشائخ نے یوں بھی خبر دی ہے کہ اگر عرش اور جو کچھ اس میں ہے قلب عارف کے ایک کونے میں ڈال دیا جائے تو کچھ محسوس نہ ہو کیونکہ قلب اربعہ عناصر افلاک عرش کرسی عقل نفس مکانی ولا مکانی اشیاء سب کا جامع ہے تو چونکہ قلب لا مکانی امور پر بھی مشتمل ہے لہذا عرش اور جو کچھ اس میں ہے قلب میں اس کی کچھ مقدار نہ ہو گی کیونکہ عرش اور جو کچھ اس میں ہے باوجود وسعت و کشادگی کے دائرہ امکان میں داخل ہے اور امکانی چیز اپنی جگہ کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہو لا مکانی کے سامنے تنگ ہے اور کوئی قدر نہیں رکھتی لیکن

---

[9] مکتوبات امام ربانی جلد اول، دفتر اول، مکتوب 42

[10] مکتوبات امام ربانی جلد اول، دفتر اول، مکتوب 95

[11] مکتوبات امام ربانی جلد 2، دفتر 3، مکتوب 45

[12] ایضا، مکتوب 65

مشائخ میں سے ارباب صحو جانتے ہیں کہ یہ حکم قلب کا عرش سے بھی وسیع تر ہونا سکر پر مبنی ہے عرشے کی حقیقت اور اس کے نمونے میں عدم امتیاز کے باعث ہے[13]

تمام مخلوقات سے افضل ہونے کی علت بھی انسان کی یہی وصف جامعیت ہے اسی بنا پر اس کا آئینہ سب سے زیادہ مکمل ہے اور جو کچھ کائنات کے شیشوں میں فردا فردا ظاہر ہوتا ہے وہ سب کچھ اکیلے انسان کے آئینہ میں ظاہر ہوتا ہے[14]

حقیقت صلوٰۃ

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

> "اس مرتبہ مقدسہ میں کمال درجہ وسعت اور امتیاز بے چون ہے کیوں کہ اگر حقیقت کعبہ ہے تو وہ بھی اسی کا حصہ اور اگر حقیقت قرآن ہے تو وہ بھی اسی کا حصہ کیوں کہ نماز مراتب عبادات کے ان تمام کمالات کا جامع ہے جو کہ اصل الاصل کی نسبت سے ثابت ہے کیونکہ معبودیت صرف اسی کے لئے ثابت ہے اس مقام میں وسعت بھی کوتاہی کرتی ہے اور امتیاز بھی راستہ میں رہ جاتا ہے اگرچہ وہ بیچون وبیچگون ہو کامل انبیاء اور اکابر اولیاء کے اقدام کا منتہا حقیقت صلوٰۃ کے مقام کی انتہا ہے"

جاننا چاہیے کہ حقیقت صلوۃ یہ نظر کی ترقی اور نگاہ میں تیزی کا باعث ہے اور باقی عبادات اس کے معاون ہیں[15]

امام ربانی رحمت اللہ علیہ نماز کی حقیقت اور اس کے فوائد اور اس کی وجہ سے حاصل ہونے والی رعنائیوں اور نوازشوں کی طرف اشارہ فرماتے ہیں

کہ وہ دولت جو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو شب معراج نصیب ہوئی وہ دولت دنیا کے مناسب آپ کو نماز میں نصیب ہوئی اور یہ دولت آپ کے کامل تابعداروں کو بھی حالت نماز میں نصیب ہوتی ہے اگرچہ رویت میسر نہیں ہے کیونکہ یہ جہاں اس کی طاقت نہیں رکھتا اگر نماز کا حکم نہ ہوتا تو چہرہ مقصود سے نقاب کون کھولتا اور طالب کو مطلوب کی طرف کون رہنمائی کرتا وہ ذوق و مواجید اور علوم و معارف اور مقامات و انوار و تلوینات و تمکنات اور

---

[13] مکتوبات امام ربانی جلد اول، دفتر اول، مکتوب 95

[14] ایضا، 45

[15] مکتوبات امام ربانی جلد 2، دفتر 3، مکتوب 77

تجلیات متکیفہ اور غیر متکیفہ اور ظہورات متلونہ اور غیر متلونہ جو کچھ ان میں سے نماز کے سوا میسر ہو اور نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے باعث ظاہر ہو ان کا منشاء ظلال و امثال بلکہ وہم و خیال ہے حقیقت صلوۃ سے آگاہ شخص حالت نماز میں عالم دنیا سے نکل کر عالم اخرت میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ دولت جو آخرت سے مخصوص ہے اور اس میں ظل کی امیزش نہیں کیونکہ یہ عالم دنیا کے ساتھ خاص ہے اور حالت نماز میں بندہ اس عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے[16]

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب فتوحات مکیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا روزہ نماز سے افضل ہے کیونکہ وہ صفات صمدیت سے متحقق ہوتا ہے اور نماز میں غیر و غیریت کی طرف انا اور عابد و معبود کا جاننا ہے اور بعض حضرات نے نماز کو بے فائدہ قرار دیا ہے تو امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ حضرات حقیقت صلاۃ سے واقف بھی نہیں اور یہ اہل سکر کی باتیں ہیں ان کے نزدیک نغمہ و سماع ہی سب کچھ ہے اگر ان حضرات کو حقیقت صلاۃ کا کچھ بھی علم ہوتا تو یہ اس طرح کے الفاظ استعمال نہ کرتے[17]

آپ نماز میں رب تعالی سے قرب کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب نماز میں رب تعالی کا قرب نصیب ہوتا ہے تو وہ قرب اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ غیر حق کی گنجائش بھی باقی نہیں رہتی اور یہ وہ وقت ہے کہ جس میں دوام اور استمرار وصل نصیب ہوتا ہے اس بات پر تمام مشائخ کا اجماع ہے اور اسی کی وضاحت کے لیے حضرت ذالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص واپس لوٹا وہ راستے سے ہی واپس لوٹا اور جس کو وصل نصیب ہو گیا وہ واپس لوٹنے سے محفوظ و مامون ہے[18]

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال قائم کرتے ہیں کہ نماز اور روزہ کی حقیقت کا مطلب کیا ہے کیونکہ نماز اور روزہ مخصوص افعال ہیں اگر وہ افعال شارع کے مطابق ادا ہو جائیں تو ان کی حقیقت ادا ہو جائے گی ان کی ظاہری صورت کیا ہے اور اس سے ورآء حقیقت کیا ہے

> "پھر اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مبتدی کا نفس جب تک امارہ ہے جو اصل میں آسمانی احکام کا منکر ہے اس سے احکام شرعیہ کی ادائیگی صورت کے حساب سے ہو گی اور منتہی کا

[16] مکتوبات امام ربانی جلد اول، دفتر اول، مکتوب 261

[17] مکتوبات امام ربانی جلد اول، دفتر اول، مکتوب 261

[18] ایضا، مکتوب 285

نفس جب مطمئنہ ہو جاتا ہے اور شریعت کے احکام کو برضا و رغبت قبول کر لیتا ہے تو اس سے احکام کی ادائیگی حقیقت کے اعتبار سے ہوتی ہے اور آپ اس بات کی وضاحت ایک مسلمان اور منافق کی نماز کے ساتھ دیتے ہیں کہ ادا تو دونوں ہی کرتے ہیں منافق چونکہ باطن میں انکار رکھتا ہے اس لیے نماز کی صورت ادا کرتا ہے اور مسلمان باطنی فرمانبرداری کے ذریعے سے نماز کی حقیقت سے مزین ہے تو معلوم ہوا کہ صورت و حقیقت کا اعتبار باطنی انکار و اقرار کے اعتبار سے ہے اطمینان نفس اور اعمال صالحہ کی حقیقت کا درجہ ولایت خاصہ کے کمالات کے حاصل ہونے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے"[19]

حقیقت قرآن

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ حقیقت قرآن کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ ایک خالص نور ہے جہاں کسی چیز کی بھی گنجائش نہیں یہاں تک کہ نور کے اطلاق کی بھی گنجائش نہیں کہ دوسرے کمالات ذاتیہ کی طرح نور بھی راہ میں رہ جاتا ہے وہاں وسعت بیچون اور امتیاز بے چگون کے علاوہ کسی چیز کی گنجائش نہیں اور اسی طرح قرآن مجید کی وجہ سے کعبہ معظمہ قبلہ آفاق بنا اور تمام مخلوقات کے مسجود ہونے کی دولت سے مشرف ہوا یہ مرتبہ مقدسہ حضرت ذات تعالی و تقدیس کی بیچون کا مبدا ہے[20]

قرآن مجید حقیقت میں مرتبہ عین سے جمع ہے یعنی ذات تعالی و تقدس کی احدیت سے ہے اور احدیت ذات سے مراد احدیت مجردہ نہیں کہ جس میں کوئی صفت وشان ملحوظ نہ ہو کیونکہ حقیقت قرآن ان کا منشاء صفت کلام ہے جو کہ صفات ثمانیہ میں سے ایک صفت ہے۔[21]

اور حقیقت قران کے اوپر ایک نہایت بلند مرتبہ ہے جو کہ نماز کی حقیقت ہے کہ عالم شہادت میں اس کی صورت نمازیان ارباب نہایت سے قائم ہے ہو سکتا ہے کہ اسی نماز کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہو وہ جو قصہ معراج میں ایا ہے قف یا محمد فان اللہ یصلی (اے محمد ٹھہر جا کہ اللہ تعالی نماز پڑھتا ہے) ہاں وہ عبادت جو تجرد و تنزہ کے مرتبہ کے لائق ہے وہ مراتب وجود سے صادر ہوتی ہے اور قدم کے طریقوں سے ظاہر ہوتی ہے پس وہ عبادت جو اللہ تعالی کی

---

[19] ایضا، جلد 2، دفتر 2، مکتوب 54

[20] ایضا، مکتوب 77

[21] مکتوبات امام ربانی جلد اول، دفتر اول، مکتوب 254

جانب کے لائق ہے وہ مراتب وجوب سے صادر ہوتی ہے نہ کسی اور سے تو وہی عابد ہوتا ہے وہی معبود حقیقت صلوۃ سے اوپر خالص معبودیت کا مقام ہے کہ اس دولت میں کسی کو بھی کسی طرح سے شرکت نہیں تاکہ وہ اس سے بلند تر قدم رکھے کیونکہ ہر وہ مقام جہاں عبادت اور عابدیت کی امیزش ہے وہاں تک نظر کی طرح قدم کو گنجائش ہے اور جب معاملہ خالص معبودیت تک پہنچا تو قدم کوتاہی کرتا ہے اور سیر انجام کو پہنچ جاتی ہے [22]

حقیقت کعبہ

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ حقیقت کعبہ سے مراد ذات بے چون ہے واجب الوجود ہے کہ جس کو ظہور اور ظلیت کی گرد تک نہیں پہنچی اور جو مسجودیت اور معبودیت کے لائق ہے امام ربانی رحمۃ اللہ تعالی اس بات کی بھی وضاحت فرماتے ہیں:

"حقیقت کعبہ حقیقت محمدی کا مسجود ہے اگر یہ بات کریں تو کس طرح حقیقت محمدی کی فضیلیت میں قصور واقع ہوتا ہے ہاں حقیقت محمدی باقی تمام افراد عالم کے حقائق سے افضل ہے لیکن حقیقت کعبہ معظمہ عالم کی جنس سے نہیں ہے تاکہ اس کی طرف یہ نسبت کی جائے اور اس کی افضلیت میں توقف کیا جائے وہ بیت اللہ ہی ہے جس میں صاحب خانہ جل شانہ کی بے کیف بودوباش ہے اور بے چون اور بے چگون کا اتصال اور مجہول الکیفیت نسبت اسی کے ساتھ ہیں"[23]

ایک مقام پر اس طرح کے الفاظ بھی ملتے ہیں:

کہ اللہ تعالی کے حکم سے قرآن مجید کے مطابق کعبہ معظمہ آفاق کا قبلہ بنا اور تمام مخلوق کے لئے مسجود ہونے کی دولت سے مشرف ہوا قرآن مجید امام ہے اور مقتدی پیش قدم کعبہ معظمہ ہے۔[24] ایک مقام پر امام ربانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے

"حقیقت کعبہ ربانی کے بارے میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ اس حضور کا نور ہے جو سب کا مسجود ہے اور تمام تعینات کی اصل ہے لہذا جب تمام تجلیات ذاتیہ کا ملجا و ماویٰ یہی نور ہے تو دوسروں

---

[22] ایضا، جلد2، دفتر3، مکتوب77

[23] مکتوبات امام ربانی جلد2، دفتر3، مکتوب124

[24] ایضا، مکتوب77

کی مسجودیت سے اس کی کیا تعریف کروں اور جب خداوند کریم اپنے کمال فضل اور عنایت سے ہزاروں میں سے کسی ایک عارف کو اس دولت کے وصول سے مشرف کرتا ہے اور اس کام میں فنا بقا سے سرفراز فرماتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس نور سے بقا حاصل کر کے فوق سے فوق الفوق حاصل کرلے اور اس نور کے ساتھ نور سے گزر کر اصل نور تک پہنچ جائیں"[25]

ایک مقام پر فرمایا ہے:

"جس طرح صورت کعبہ اشیاء کی صورتوں کا مسجود ہے اسی طرح حقیقت کا بھی ان اشیاء کی حقیقتوں کا مسجود ہے کیونکہ حقائق اشیاء ان اسماء الہی سے مراد ہیں جو کہ ان کے فیوض وجودی اور توابع وجودی کا مبدا ہے اور حقیقت کعبہ ان اسماء سے فوق ہے پس یقینا حقیقت کعبہ حقائق اشیاء کی متبوع ہوگی ہے ہاں اگر کامل ترین اولیاء کو حقیقت کعبہ سے بالاتر سیر حاصل ہو جائے اور وہ انوار بالا کو حاصل کر کے اپنے حقائق کے مراتب میں نیچے اتر آئیں تو کعبہ بھی ان کی برکات سے توقع رکھے گا"[26]

ایک مقام پر امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ حقیقت کعبہ کو قران مجید کی حقیقت سے برتری کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ

احدیت ذات سے مراد احدیت مجردہ نہیں ہے جس میں کوئی صفت و شان ملحوظ نہیں ہے کیونکہ حقیقت قرآن کا منشاء صفت کلام ہے جو صفات ثمانیہ میں سے ایک صفت ہے حقیقت کعبہ کا مرتبہ وہ منشاء ہے جو شیونات و صفات کی تلوینات سے برتر ہے اس لیے حقیقت کعبہ کی برتری کی گنجائش ہے[27]

حقیقت کعبہ بھی اسی طرح تمام حقائق کا مسجود الیہ ہے جس طرح صورت کعبہ ہے اور اس کے متعلقہ کمالات تمام حقائق کے متعلقہ کمالات سے بڑھ کر ہیں گویا کہ یہ حقیقت حقائق کونی اور حقائق الہی کے درمیان برزخ ہے اور نماز میں نمازی کا ان حقائق کی طرف توجہ کرنا جو کہ کعبہ پر وارد ہوتے ہیں اس سے بھی یہ دولت حاصل ہوتی ہے اور کعبہ دنیا میں ایک عجوبہ ہے جو صورت میں دنیا سے ہے لیکن حقیقت میں اخرت سے ہے اور نماز بھی اسی کی

---

[25]مکتوبات امام ربانی جلد2، دفتر3، مکتوب76

[26]مکتوبات امام ربانی جلد اول، دفتر اول، مکتوب209

[27] ایضا، مکتوب254

وجہ سے صورت و حقیقت میں دنیا و اخرت کی جامع ہے[28]

"جس طرح دل عرش رحمان کا نمونہ ہے اسی طرح اس کا ظہور قلبی ظہور عرشی کا نمونہ ہے بیت اللہ کا بھی انسان میں نشان ہے جو درمیان سے اور دائیں بائیں سے بیگانہ ہے اور حسن سبقت کے لحاظ سے بے مثال ہے اس دولت کے اصل مالک تو انبیاء ہیں ان کی امتوں میں سے بطور وراثت و تبعیت جس کو بھی چاہیں اس دولت سے مشرف فرمائیں اور انبیاء علیہ السلام کے اصحاب میں ان کی صحبت کی برکت کی وجہ سے یہ دولت بہت زیادہ تھی اور صحابہ کے زمانے کے بعد کم ہوگئی پھر اب لمبی مدت کے بعد اگر کسی ایک کو اس دولت سے بطور وراثت و تبعیت مشرف فرمائیں تو وہ غنیمت اور کبریت احمر ہے اور یہ شخص صحابہ کرام کی جماعت میں شامل ہے اور سابقین میں سے ہے[29]"

صورت کعبہ

امام ربانی ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اینٹ پتھر نہیں کیونکہ بالفرض اگر یہ اینٹ پتھر درمیان میں نہ بھی ہو تو بھی کعبہ کعبہ ہے اور مسجود خلائق ہے بلکہ صورۃ کعبہ باوجود اس کے کہ عالم خلق ہے لیکن دوسری اشیاء کے مانند نہیں بلکہ ایک مبطن امر ہے جو حس و خیال کے احاطہ سے باہر ہے اس کا تعلق عالم محسوسات سے ہے لیکن کچھ بھی محسوس نہیں اگرچہ تمام اشیاء کا متوجہ الیہا ہے لیکن کچھ بھی توجہ میں نہیں

"وہ ایسی نیستی ہے جس نے ہستی کا لباس اوڑھا ہوا ہے جہت میں ہو کے بے جہت ہے سمت میں ہو کے بے سمت ہے یہ سورت حقیقت منش ایک عجیب چیز ہے کہ عقل اس کی تشخیص سے عاجز ہے اور عقلمند اس کے تعین میں حیران ہیں گویا کہ وہ عالم بے چونی اور بے چگونی کا نمونہ ہے اور بے شبہی اور بے نمونی کا نشان اس میں پوشیدہ ہے ہاں اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ مسجودیت کے شایان شان نہ ہوتا"[30]

حقیقت محمدی

---

[28] ایضا، مکتوب 263

[29] جلد2، دفتر2، مکتوب 70

[30] ایضا، جلد2، دفتر2، مکتوب نمبر 124

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

حضرت نور صرف کے مرتبہ سے انحطاط کی بو رکھتا ہے اور شعور و نور کا جامع ہے اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مخلوق کہا ہے اور کبھی اس کو عقل سے تعبیر کیا جیسا کہ ارشاد فرمایا، اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

"ان دونوں کا ایک ہی مطلب ہے اور یہی عقل و شعور ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے مرتبہ نور کی نسبت اپنی طرف کی اور (نوری) کا لفظ ارشاد فرمایا ہے اس لیے کہا جا سکتا ہے یہ حقیقت محمدی ہے"[31]

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"حقیقت محمدی سے مراد ذات کی قابلیت تمام صفات کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ذات کی قابلیت اس علم کی وجہ سے ہے جو کہ ان تمام ذاتی شیونی کمالات سے تعلق رکھتا ہے اور وہ قابلیت جس کو حقیقت محمدی کا نام دیتے ہیں اگرچہ ظلیت رکھتی ہے لیکن صفات کا رنگ اس کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے اور کوئی پردہ اور واسطہ درمیان میں نہیں ہیں"[32]

حقیقت محمدی تنزیہ و تقدیس کی بلندی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات نزول کی انتہاء ہے اور حقیقت محمدی کے لیے مرتبہ تنزیہ پر عروج کا خاص زینہ اول حقیقت کعبہ ہے اور حقیقت محمدی کے عروج کی نہایت حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جب حضور پاک کی امت میں سے کامل اولیاء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عروجات سے پورا پورا حصہ حاصل ہے تو پھر اگر کعبہ ان بزرگوں سے برکات حاصل کرے تو کیا تعجب ہے۔[33]

شخص کی حقیقت تعین وجوبی سے مراد ہے اس شخص کا تعین امکانی اس تعین کا ظل ہے اور وہ تعین وجوبی اسمائے الٰہی مثلاً قدیر، علیم، مرید، متکلم وغیرہ میں سے ایک ہے اور وہ اس میں الٰہی اس شخص کا رب اور اس کے وجودی بھی فیض کا مبداء ہے شخص کی حقیقت جسے کہ تعین وجوبی کہتے ہیں تعین امکانی کو بھی کہتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام مخلوق کی طرح عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہیں اور وہ اس میں الٰہی جو ان کے عالم

---

[31] مکتوبات امام ربانی جلد 2، دفتر 3، مکتوب 76

[32] مکتوبات امام ربانی جلد اول، دفتر اول، مکتوب 4

[33] مکتوبات امام ربانی جلد اول، دفتر اول، مکتوب 209

خالق کی تربیت کرنے والا ہے شان العلیم ہے اور وہ جو ان کے عالم امر کی تربیت فرماتا ہے وہ معنی ہے جو اس شان کے وجود اعتباری کا مبداء ہے[34]

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ بعض مشائخ کی حقیقت محمدی کے بارے میں وضاحت کو نقل کرتے ہیں کہ مشائخ نے کہا کہ حقیقت محمدی تعین اول ہے جو حضرت اجمال ہے اور وحدت کے نام سے موسوم ہے اس کے جواب میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی مراد جو کچھ فقیر کے ذہن میں آتی ہے یہ ہے کہ اس سے ان کی مراد دائرہ ظل کا مرکز ہے اس دائرہ ظل کو تعین اول سمجھے ہیں اور اس کے مرکز کو اجمال جان کر اس کا نام وحدت رکھا ہے اور اس مرکز کی تفصیل کو جو اس دائرہ کا محیط ہے احدیت گمان کیا ہے اور اس دائرہ کے مقام فوق کو جو اسماء و صفات کا دائرہ ہے ذات بے چوں جو تعین سے مبرا ءہے تصور کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس دائرہ ظل کا مرکز دائرہ فوق کے حو اس کی اصل ہے اور اسماء وصفات اور شیون و اعتبارات کے دائرہ سے موسوم ہے مرکز کا ظل ہے حقیقت میں حقیقت محمدی اس دائرہ اصل کا مرکز ہے جو اسماء وشیونات کا رجحان ہے اور اس دائرہ میں ان اسماء وصفات کی تفصیل واحدیت کا مرتبہ ہے[35]

حقیقت محمدی تمام حقائق کی جامع ہے اس لیے اس حقیقت کو حقیقت الحقائق بھی کہتے ہیں اور دوسروں کے حقائق اس کے اجزاء یا جزیات کی طرح ہیں کیونکہ اگر وہ محمدی المشرب ہے تو سالک کی حقیقت اس کلی کے لیے جزی کے رنگ میں ہے اور اسی پر محمول ہے اور غیر محمدی المشرب کی حقیقت اس کل کے جز کی طرح ہے لیکن اس پر محمول نہیں اور اس حقیقت غیر محمدی المشرب کو اگر عروج میں اتحاد پیدا ہو تو کسی پیغمبر کی حقیقت سے ہو گا[36]

دوسرے حقائق خواہ وہ انبیاء کے حقائق ہوں اور خواہ ملائکہ عظام کے اس کے لیے ظلال کی طرح ہیں اور یہ حقیقت محمدی حقائق کی اصل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اول ما خلق اللہ نوری اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور مومن میرے نور سے پیدا ہوئے ہیں تو لازما آپ تمام حقائق اور خدا تعالی کے درمیان واسطہ ہوں گے ان کے وسیلے کے بغیر کسی کا بھی وصول تک پہنچنا ممکن ہے[37]

---

[34] ایضا،

[35] ایضا، مکتوب260

[36] جلد2، دفتر3، مکتوب121

[37] مکتوبات امام ربانی، جلد2، دفتر3، مکتوب121

حقیقت عیسوی

جب حضرت عیسی علیہ السلام نزول فرمائیں گے اور شریعت محمدی کے موافق عمل کریں گے تو اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج فرما کر حقیقت محمدی کا مقام میں جو خالی تھا قرار پکڑے گی حضرت عیسی علیہ السلام جو کہ کلمۃ اللہ تھے عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے حضرت عیسی علیہ السلام نزول کے بعد شریعت محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی متابعت کریں گے اور تبعیت کے طور پہ حقیقت محمدی کے مقام میں پہنچیں گے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دین کو تقویت دیں گے گزشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا کہ اولوالعزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے کے ہزار سال بعد انبیاء مبعوث ہوتے اور ان کے دین کو تقویت پہنچاتے ہیں اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ خاتم النبیین ہیں اس لیے حضور کی امت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطاء فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبر کو حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا تابعدار بنا کر حضور کی شریعت کو ترقی بخشی ہے[38]

حقائق الہی

حقائق الہی سے مراد عظمت و کبریائی کے پردے ہیں کیونکہ کوئی رنگ و کیف اس کے دامان قدس تک نہیں پہنچا دنیاوی عروجات اور ان کے ظہور کی نہایت حقائق کونی تک ہے حقائق الہی سے کوئی حصہ حاصل نہیں یہ آخرت کے ساتھ مخصوص ہے مگر نماز میں جو مومن کی معراج ہے اور اس نماز میں گویا وقتی طور پر دنیا سے آخرت کی طرف جانا ہوتا ہے اور وہ تجلی جو آخرت میں نصیب ہو گی اس کا کچھ حصہ نماز میں میسر آتا ہے۔[39]

معرفت

المعرفۃ والعرفان کے معنی ہیں کسی چیز کی علامات و آثار پر غور و فکر کر کے اس کا ادراک کر لینا[40]

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں اسی معنی کی طرف اشارہ کیا گیا:

فَعَرَفَهُمْ وَ هُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ[41]

---

[38] مکتوبات امام ربانی، جلد اول، دفتر اول، مکتوب 209

[39] ایضا، مکتوب 263

[40] المفردات: 331

"پس یوسف نے تو انہیں پہچان لیا اور وہ بھائی ان سے انجان رہے"

معرفت علم کے علاوہ ہوئی تو جاننا چاہیے کہ عقل مشہور کے سوا ایک اور امر ہے جس کو معرفت سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کو ادراک بسیط بھی کہتے ہیں راہ سلوک میں چلنے والے مبتدی کو علم تو ہوتا ہے لیکن معرفت یہ منتہی کو حاصل ہوتی ہے فنا کے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی اور یہ دولت فانی فی اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتے جس کی فنا کامل ہو گی اس کی معرفت بھی کامل ہو گی اور جس کی فنا کم درجہ کی ہے اس کی معرفت بھی کم درجہ کی ہے معرفت کی بھی اقسام ہیں ایک معرفت کی صورت ہے اور ایک معرفت کی حقیقت ہے جو حقیقت ایمان کی طرح ہے سورۃ معرفت بھی نفس امارہ کی جہالت کے باوجود اسی لطیفہ قلب کے ساتھ محدود ہوتی ہے اور حقیقت معرفت یہ ہے کہ نفس امارہ اپنی جبلی جہالت سے باہر نکل آئے اور شناسائی پیدا کرلے[42]

عارف کامل

پوری معرفت والے عارف کامل کو بقائے ذات کے بعد جب صفات و اخلاق کاملہ عنایت فرماتے ہیں تو صفات میں سے ہر صفت کے ساتھ وہ پوری ذات سے متصف ہوتا ہے یہ نہیں کہ اس کی ذات کا کچھ حصہ کسی صفت سے موصوف ہو اور کچھ حصہ کسی اور دوسری صفت سے متصف ہو مثلا اس کی ذات پوری کی پوری علم ہو گئی اور بتمامہ آنکھ ہو گئی اور ساری کی ساری کان ہو گئی جیسا کہ محققین صوفیا نے اللہ تعالی کی ذات کے متعلق کہا ہے کہ اللہ تعالی کی ذات پوری کی پوری علم ہے اور پوری کی پوری قدرت ہے اور پوری کی پوری کان ہے اور پوری کی پوری آنکھ ہے

یہی وجہ ہے کہ مومن اللہ تعالی کو بہشت میں بے جہت دیکھیں گے کہ وہ خود پوری بصر ہو چکے ہوں گے اور جب وہ تمام انکھ ہوں گے تو جہت کی کیا گنجائش ہو گی صوفیاء نے کہا ہے کہ جو کچھ عام مومنوں کو بڑا کچھ دیکھنے کے بعد آخرت میں میسر ہو گا وہ اولیاء کو جو کہ خاص مومن ہیں دنیا میں میسر ہو جاتا ہے کہ جو کچھ عوام کے لیے وعدہ ہے وہ ان کے لیے نقد ہے اور لطائف میں سے ہر لطیفہ اس عارف کا اس وقت کلیت کے طور پر ظاہر ہوتا ہے اور عارف پورے کا پورا لطیفہ روح ہو جاتا ہے اور پورے کا پورا لطیفہ قلب ہو جاتا ہے اور اسی طرح تمام لطائف انسانیہ کا حال ہے مثلا نفس ناطقہ اور سر اور اخفی اور اس کے اجزاء میں سے ہر جزو اور عناصر میں سے ہر عنصر اسی طریقہ پر ہے کہ حکم

[41] یوسف:58

[42] مکتوبات امام ربانی جلد اول، دفتر اول، مکتوب 38

کل پیدا کر لیتا ہے مثلا عارف پوری طرح اپنے آپ کو عنصر خاک پاتا ہے اور پوری طرح عنصر آب تصور کرتا ہے [43]

یہ پوری معرفت والا عارف جو مرتبہ ذات سے واصل ہے اور ذات سے ہمیشہ کی بقا پا چکا ہے یہ ایک نادر الوجود انعقاء کا حکم رکھتا ہے اور یہ نہایت غریب الوقوع ہے فنا و بقا کے بعد اس کو ایک ایسی ذات عنایت کی گئی ہے کہ اسما و صفات کے عکوس و ظلال کا قیام جو کہ اس کی حقیقت ہے اس کی ذات سے ہوتا ہے جیسا کہ ان کے اصول کو جو کہ اسماء ہیں اللہ تعالی کی ذات سے قیام ہے تو ان اسماء کے ظلال کو اس ذات کے پرتو سے قیام ہو گا جو عارف کو عطا ہوا ہے

بس یہ عارف جوہر و عرض ہوتا ہے اور باقی ممکن کے تمام افراد صرف اعراض ہوتے ہیں جن میں جوہریت کا شائبہ نہیں ہوتا صاحب فتوحات مکیہ نے کیا ہی اچھا کہا ہے کہ عالم عین واحد میں اعراض مجتمع کا نام ہے یعنی سب اعراض کا قیام ایک ذات سے ہے لیکن شیخ نے اس جگہ دو نکات میں فرو گزاشت کی ہے ایک یہ ہے کہ کامل ترین عارف کو اس سے مستثنی نہیں کیا اور دوسرا یہ کہ اس کا قیام ذات احد سے رکھا ہے حالانکہ اس کا قیام اپنے اصل سے ہے جو کہ اسماء و صفات ہیں نہ کہ اللہ تعالی کی ذات سے اگرچہ اسماء و صفات کا قیام ذات سے ہوتا ہے [44]

اس عارف کا معاملہ عالم سے جدا ہے اس کا حکم عالم کے احکام سے مستثنی ہے وہ اپنی محبت ذاتی کی وجہ سے بحکم المرء مع من احب اپنی اصل سے گزر کر اپنے اصل الاصل سے معیت پیدا کر چکا ہے اور اپنے اپ کو اس اصل الاصول میں فانی کر چکا ہے اکرم الاکرمین نے بہ تقاضائے ایت کریمہ هَلْ جَزَاءُ الإِحْسَانِ إِلا الإِحْسَانُ اس کی پناہ کا بدلہ اس کو اس کی بقا سے دیا ہے اور جس چیز میں وہ فانی ہوا تھا اس کے ساتھ اس کو باقی کیا ہے اور اپنی ذات و اسماو صفات کا مظہر بنا کر ایک جامع آئینہ بنایا ہے

پس تمام افراد عالم اس عارف کی جامعیت کے مقابلے میں کاش اتنی ہی نسبت رکھیں جتنی ایک قطرے کو دریائے محیط سے ہوتی ہے کیونکہ اسماء و صفات کو اللہ تعالی کی ذات کے مقابلے میں کوئی قدر اور مقدار نہیں ہے قطرہ کو تو پھر بھی دریائے محیط سے کوئی نہ کوئی نسبت ہو گی اور ان کو تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ نسبت بھی نہیں ہے اس جگہ سے عارف کے درک و ادراک اور علم و معرفت کا دوسروں کی نسبت سے قیاس کرنا چاہیے اور اس کی بڑائی اور بلندی درجہ کو اس جگہ سمجھنا چاہیے اور اللہ اپنی رحمت سے جسے چاہے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے اس صاحب دولت کو جس کو ذاتی بقا سے مشرف کیا ہے اور ایسی ذات عطا کی ہے کہ اس کی صفات کا قیام مثلا علم اور قدرت وغیرہ

---

[43] مکتوبات امام ربانی، جلد 2، دفتر 3، مکتوب 65

[44] ایضا، 79

اس ذات سے ہے جیسا کہ پہلے ان کا قیام دوسرے افراد عالم کی طرح ان کے اصول سے تھا باوجود اس بقائے اکمل کے کلمہ انا کا اطلاق جو اس سے زائل ہو چکا تھا واپس نہیں اتا اور مراتب بقامیں سے کسی مرتبہ میں بھی انا کا اطلاق اپنے اوپر نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی بقائے اکمل اس کی ثنائے اتم پر متفرع ہے کہ جس نے کلمہ انا کے اطلاق کا نام ونشان بھی اس سے مٹادیا ہے اور واپس انے کی گنجائش نہیں چھوڑی ہے [45]

جاننا چاہیے کہ وہ عارف جس کو بقائے ذات سے مشرف کرتے ہیں تو وہ ذات موہوب بے چوں ہو گی اور وجوہ اعتبارت سے بلند تر ہو گی کہ جو بھی چون ہے وہ وجود و اعتبارات کا مقید ہے جب تک وہ بے چون نہ ہو گا وجہ و اعتبار سے رہائی نہ پائے گا اور وہ ذات جس کو بے چونی سے حصہ ملا ہے اس کو ذات بے چون حقیقی کی طرف شاہراہ ہے جس طرح کے وجہ و اعتبار ظل کو وجہ و اعتبار کی طرف راہ ہے جو کہ اس کا اصل ہے اور اس ذات کو جو ظل سے مجرد ہے اس کو بھی ذات مجرد بے چون کی طرف شاہراہ ہے اور یہ ذات موہوب عارف کی حقیقت ہے کیونکہ حقیقت وہ ہوتی ہے جو کہ تمام وجوہ و اعتبارات سے ماوراہو اور یہ ذات تمام عبارات سے ماورآء ہے اور باقی افراد عالم کی حقیقت نہیں ہے کہ ان کا تمام وجود وجوہ و اعتبارات ہے اس جگہ اعتبارات کے علاوہ کوئی ذات نہیں ہے کہ جس کو حقیقت کہا جائے

> "سنو! سنو! جب افراد عالم کو جو کہ اعراض مجتمعہ ہیں عارف کی ذات موہوب سے قیام پیدا ہوتا ہے تو ان کو اللہ تعالی سے نسبت بھی اسی عارف کی ذات کے ذریعے سے ظاہر ہوتی ہے اور ان کے افراد کو اسی راہ سے اس مرتبہ مقدسہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ ان کی ذات وہی عارف کی ذات ہے گویا کہ اپنی ذات کے ذریعے سے ذات بے چوں سے تعلق پیدا کیا ہے اور اس کے باوجود اللہ تعالی کی ذات سے ان کی نسبت اس عارف کے ذریعے سے ہے کہ وہ ذات حقیقت میں ذات عارف ہے" [46]

جب کوئی عارف مقامات ظل کو طے کر کے معاملہ کو اصل الاصل تک پہنچا دیتا ہے تو اس وقت اس کا علم جو کہ اشیاء سے تعلق کرے گا وہ ظلیت کی قید سے مبرا ہو گا یعنی اشیاء اس کی معلوم ہوں گی لیکن ایسے طریقے پر کہ کوئی بھی ان میں سے اس میں حصول نہ کرے گی کیونکہ جو بھی چیز اس میں حاصل ہو گی وہ اس شے کی ظل اور صورت

---

[45] مکتوبات امام ربانی، جلد2، دفتر3، مکتوب79

[46] ایضا، مکتوب80

ہو گی نہ کہ اس شے کی ذات کہ وہ عقل میں کسی شے کی صورت کا حصول ہے اس لیے کہ اس میں شک نہیں ہے کہ عقل میں کسی چیز کی حاصل ہونے والی صورت اس شے کی مثال اور شبیہ ہے نہ کہ اس کا عین جیسا کہ کشف صریح اور الہام صحیح اس کی شہادت دیتے ہیں اس وقت عارف عالم کو اللہ تعالی سے کوئی نسبت سوائے نسبت صانعیت اور مصنوعیت کے کوئی چیز ثابت نہ کی جا سکے گی اور ظلیت اور عینیت اور مر آتیت سے بیزاری ہو جائے گی کیونکہ یہ معاملہ کمالات ذاتیہ سے وابستہ ہے اور اللہ تعالی کی ذات کو عالم سے غناء ذاتی ہے:

"جب اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ظلیت کے حصول کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے تو موجودات کے ذرات میں سے ہر ذرہ خواہ وہ عرض ہو یا جوہر خواہ وہ آفاق ہو یا انفس اس کے لیے غیب الغیب کا دروازہ بن جاتا ہے کہ جس طرح پہلے وہ شخص تمام اشیاء کا آئینہ تھا اور جو کچھ وہ کرتا تھا اپنے لیے کرتا تھا اور جو کچھ اس سے صادر ہوتا تھا ناچار اسی آدمی کی طرف راجع ہوتا تھا خواہ نیت کرے یا نہ کرے اب جب کہ اس نے اپنے آئینہ کو آئینہ داری سے روک لیا اور ظل کی قید سے آزاد ہوا اور پانی کی نالی کی طرح ہو گیا کہ جو کچھ بھی اس میں پڑا نہ رہا بلکہ اس کو باہر نکال دیا تو لازما جو کچھ بھی وہ کرے گا اپنے لیے نہ کرے گا بلکہ خدا تعالی کے لیے کرے گا خواہ وہ نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ نیت اس میں ہوتی ہے جس میں احتمال ہو اور یقینی چیز میں نیت نہیں ہوتی "

اس وقت اس عارف کی محبت اللہ تعالی کی محبت تک لے جاتی ہے اور اس کا بغض اللہ تعالی کے بغض تک پہنچا دیتا ہے اور اسی طرح اس کی تعظیم و توقیر اللہ تعالی کی تعظیم و توقیر ہے اور اس کی توہین بے ادبی خدائے تعالی کی توہین اور بے ادبی تک پہنچا دیتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کو بھی اپنے درجات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے یہی نسبت ہے کہ ان کی محبت اور بغض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور بغض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس نے ان سے محبت رکھی سو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو بھی ان سے یہی نسبت ہے لیکن اس بلند نسبت کا ظہور حضرت علی المرتضی اور فاطمۃ الزہرا اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم میں کامل تر ہے اور بارہ آئمہ میں سے ان کے علاوہ باقی میں بھی یہ نسبت سرایت کرتی ہوئی مشہود ہوتی ہے پھر ان

کے علاوہ یہ نسبت محسوس نہیں ہوتی [47]

عارف کا معاملہ اللہ تعالی کی عنایت اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے طفیل اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں نیکیاں بن جاتی ہیں اور دوسروں کے رزائل اس کے حق میں اوصاف حمیدہ بن جاتے ہیں مثلاریااور سمعہ جو کہ برائیوں میں سے ہے اور اوصاف رذائل میں شمار ہوتے ہیں اس کے حق میں حسن پیدا کرتے ہیں اور شکر کا حکم اختیار کرتے ہیں اس لیے کہ وہ سب کچھ اپنی ذات سے مسلوب کر کے اللہ تعالی کی ذات سے منسوب کر دیتاہے پس ریاکاری اور سمعہ کی صورت میں اپنی شہرت وعظمت مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس کے احسان کی اطلاع اور نعمت کا اظہار ہوتا ہے [48]

جب عارف کا معاملہ اللہ تعالی کی ذات تک چلا جاتا ہے تمام نسبتیں اور اعتبارات ساقط ہو جاتی ہیں اور اس مقام میں عروج مشکل ہو جاتا ہے اور بغیر علاقہ و تعلق کے اس سے باہر آنا مشکل ہو جاتا ہے تو اس وقت کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پہلی نظر جو مظاہر جمیلہ سے تعلق پیدا کرتی ہے اس مقام میں مدد کرتی ہیں اور بڑی تیزی سے بلندی پر لے جاتی ہے مجاز سے جس کو حقیقت کا پل کہا جاتا ہے حقیقت تک پہنچا دیتی ہے لیکن ایسے وقت میں دوسری نگاہ جس کو حفاظت لازم ہے وہ مضر اور سم قاتل ہے اس جگہ امداد و عیانت کا کیا تصور ہو سکتا ہے محسوس ہوا ہے کہ اگر خام طبع کی وجہ سے دوسری نظر واقعہ ہوئی تو خالی گئی ہے [49]

عارف کا ذات واجب تعالی سے قیام اللہ تعالی کی صفات کے قیام کی طرح ہے کہ وہ بھی اللہ تعالی کی ذات سے قائم ہیں بلکہ اس کا قیام اس مرتبہ میں ہے کہ اس جگہ صفات کچھ بھی ملحوظ نہیں ہے اگرچہ صفات کو ذات باری تعالی سے علیحدگی نہیں ہے لیکن صفات کا قیام ازلی و ابدی ہے اور وہ قدیمی ہیں اور اس کا قیام ازلی نہیں ہے اور حدوث کے داغ سے داغدار ہے لیکن صفات کی نقیض موجود ہیں جو کہ عدم ہیں مثلاعدم علم عدم قدرت اور اس عارف کا معاملہ اعدام کی نقاضت سے اوپر چلا گیاہے [50]

---

[47] مکتوبات امام ربانی، جلد2، دفتر3، مکتوب110

[48] مکتوبات امام ربانی، جلد2، دفتر2، مکتوب56

[49] ایضا، دفتر3، مکتوب61

[50] ایضا، مکتوب64

خلاصۃ البحث:

صوفیاء کے ہاں حقیقت و معرفت کو کئی انداز سے بیان کیا گیا ہے لیکن امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک حسین پیرائے کے اندر ان دونوں اصطلاحات کو بیان کیا ہے حقیقت سے مراد وہ شے ہے جو تمام وجوہ واعتبارات سے ماورآء ہے اور امام ربانی نے حقیقت کے حوالہ سے کئی اشیاء کے حقائق پر روشنی ڈالی ہے مثلا حقیقت احمدی و محمدی و عیسوی اور حقیقت کعبہ وصلوۃ اور قرآن وغیرہ اور ان میں سے ہر ایک کو بڑے مفصل انداز سے بیان کیا ہے آپ کے نزدیک حقیقت صلوۃ یا حقیقت کعبہ اور قرآن سے افضل ہے اور اسی طرح حقیقت محمدی باقی دیگر سے افضل ہے کیونکہ یہ حقیقت الحقائق ہے ان کو بیان کرنے کے ساتھ معرفت اور عارف کامل کی وضاحت بھی مکاتیب کی روشنی میں کی گئی ہے حقیقت معرفت یہ ہے کہ نفس امارہ اپنی جبلی جہالت سے باہر آئے اور شناسائی پیدا کرلے اور اس عارف کامل کو جب اصل الاصول تک پہنچادیا جاتا ہے تو پھر اس کا ہر عمل رضائے ربانی کے تحت ہوتا ہے اور اس کے اعضاء پورے کے پورے صفات میں ڈھل جاتے ہیں لیکن یہ عارف کامل نادر الوجود چیز ہے جب یہ عارف کامل کمال تک پہنچ جائے تو پھر اس کی محبت کی وجہ سے اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے اور اس سے بغض رکھنے کی وجہ سے وہ شخص اللہ کی ناراضگی کو حاصل کرنے والا بن جاتا ہے اور اس عارف کامل کا معاملہ تو اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں نیکیاں بن جاتی ہیں جیسا کہ ریاکاری وغیرہ کیونکہ اس کا یہ عمل بھی رضا ربانی کی خاطر ہوتا ہے۔